Akbar / Jodha Bai

(۲۳)

پیر حسام الدین امیراکدل کشمیر

دی کشمیر ناول ایجنسی

نام اکبر اور جودھا بائی مصنف

نمبر کتاب 1300 قیمت

پروپرائٹر

پیر حسام الدین جنرل مرچنٹ امیراکدل کشمیر

Motlanchard.

one Thousand
Rupees
Two Rupiya Two
Anna

1000

اکبر اور جودھا بائی

مصنف

کارپردازان اینڈ برادرس

جسکو

ایشری پرشاد مالک کوٹھی اینڈ برادرس

تاجران کتب لاہور

بار دوم

مطبع خورشید عالم پریس لاہو میں چھپوایا

قیمت فی جلد

جادو کی سیاہی

آخاہ اس نوایجاد جادو کی سیاہی میں جو کہ ہم نے خاصکر عاشق مزاج زندہ دل اصحاب کے لئے تیار کی ہے کیا ہی اچھی خوبی ہے سفید کاغذ پر خط لکھئے مجال کیا جو حروف معلوم بھی ہوں - کاغذ سفید کا سفید دیکھ لو - اس سیاہی پر کاغذ سے لکھ کر جب تک ہماری ترکیب استعمال نہ کی جاوے گی - لکھا کہیں نہ پڑھا جائیگا - ترکیب استعمال شیشی کے ہمراہ روانہ کی جاتی ہے - قیمت فی شیشی ١٢ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ - وی پی ۹ ر

المشتہر

ایشری پرشاد مالک و مینجر کوٹھی اینڈ براورس تاجران کتب

لوہاری دروازہ لاہور

اکبر اور جودھا بائی

اکبر کی پولیٹکل پالیسی

سنہ ۱۳۳۶ء میں شہر سبز میں (جو سمرقند سے کوئی تیس میل شمال کی طرف واقع ہے) مغلوں کی ایک قوم برباس کے سردار کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام تیمور رکھا گیا۔ جو جو صفات ملکوں اور شہروں کے قبضے میں لانے اور خلقت کو مطیع کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ وہ سب اس میں موجود تھیں۔ اور کیوں نہ ہوتیں نسب بھی تو چنگیز خاں سے ملتا تھا۔ ان صفات اور خاصیتوں سے اس نے بہت فائدہ اٹھایا۔ چنگیز خاں کے پوتے پڑپوتے سب سست اور کمزور ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہمت ہار دی تھی۔ اور عیش و عشرت میں مصروف تھے۔ سنہ ۱۳۷۰ء میں ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ تیمور جس کی عمر اس وقت چونتیس برس کی تھی۔ تخت نشین ہوا۔ اپنی لیاقت اور قابلیت سے بہت سے ملک فتح کئے۔ ہندوستان کو بزور شمشیر زیر کیا مغلستان

تبت - سائبیریا وغیرہ وغیرہ ملکوں میں اپنا تسلط جمایا - غرض بہت دور دراز ملکوں میں لوگ اس کا لوہا مانتے تھے - سنہ ۱۴۰۵ء میں ملک عدم کو سدھارا تو اتنی بڑی سلطنت پیچھے چھوڑ گیا - کہ کچھ حد و حساب نہیں - لیکن اُسکی وفات کے بعد اس سلطنت کو زوال آگیا - بابر جو تیمور کا پوتا چوتھی پشت میں تھا - سوا سو برس کے بعد ہندوستان میں آیا - سنہ ۱۵۲۶ء میں پانی پت کی لڑائی میں فتح پائی - ابراہیم لودی کو شکست دی - اور ہند پر بہت تھوڑا قبضہ کر لیا - سنہ ۱۵۳۰ء میں وفات پائی - اس تھوڑے سے عرصے میں بھلا وہ کیا سوچ سکتا تھا - جو قوانین و آئین بناتا - اور حکومت کرتا - اسے تو بس فتوحات مالی کی پڑی رہی - اس ملک کو فتح کر - اسے قبضے میں لا - یہاں حکومت جما - وہاں تسلط بٹھا - یہی ان چار برس میں کرتا رہا - اس کے بعد ہمایوں کی باری آئی - اس نے اور کوئی ملک فتح نہیں کئے - بلکہ بابر نے جو سلطنت کی عمارت بنائی تھی - اس کی بنیادوں سے دو چار اینٹیں جو نکالی ہیں - تو ساری کی ساری گر پڑی - پھر تیار کرنی شروع کی - مگر کہاں - شیر شاہ نے اسے دم لینے نہ دیا - قنوج میں شکست فاش دی - ایران کو بھاگتے ہی بنی - مگر چودہ سال کے بعد سنہ ۱۵۵۵ء میں شمالی ہند فتح کر لیا - نصیب اس کا پھر جاگا تو سہی - مگر عمر نے وفا نہ کی - جب ہمایوں کے چھت پر سے گر جانے کی خبر اور دس کے بعد خبر رحلت پہنچی - تو اکبر کلانور میں تھا - وہیں اسے تخت پر بٹھایا - اور بہت جشن کئے ؎

گل امید شگفت و رسید باد مراد

بداد فتح خدا آنچنانکہ باید داد

اکبر کی فتوحات اور کارنامہ نمایاں سے ہمیں تعلق نہیں - صرف اس کی عادات - لیاقت - چال چلن - سلوک وغیرہ سے مطلب ہے -

امیر تیمور کی نسبت پروفیسر آرمو لکھتے ہیں - وہ ایک بڑا دل آیا تھا - کہ

گر جا برسا اور دیکھتے دیکھتے کھل گیا۔ بابر اور ہمایوں نے کچھ مدت حکومت کی۔ سو وہ قائم نہ رہی۔ کیا سبب؟ اسی لئے کہ جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا تھا۔ اس میں اہل ملک کی بہبودی کا کچھ خیال نہ تھا۔ اور جب تک کہ طرز حکومت میں ملک کے باشندوں کی بہتری مدنظر نہ ہو۔ وہ حکومت کبھی چل ہی نہیں سکتی۔ اگر چلی تو بس چند سال کے لئے۔ لیکن اگر ایسے قوانین بنائے جائیں۔ جن میں باشندگان ممالک مقبوضہ کا بھی بہت کچھ خیال ہو۔ تو وہ سلطنت پائیدار رہے گی۔ مگر جہاں اس حکمت کو چھوڑا۔ تمام سلطنت برباد ہو گئی۔ جیسا کہ اگر کسی عمارت کی بنیاد میں سے دو چار اینٹیں نکال دی جائیں۔ تو وہ اراراد ہوں کر کے نیچے آپڑتی ہے۔ اسی طرح جہاں اس اصول سے ایک قدم بھی کسی نے اختلاف کیا۔ اتنی مدت کی محنت تمام خاک میں مل گئی۔ اکبر کا اصول جس پر اس کی سلطنت کی بنیاد قائم تھی۔ وہ یہ تھا کہ تعصب نہ کرنا۔ اور کسی مذہب کو برا نہ کہنا۔

یہ تو اب معلوم ہو گیا۔ کہ ملک ہندوستان کس کے قبضے میں تھا۔ سلمانوں نے اسے فتح کیا۔ جنہوں نے اپنا مذہب بزور شمشیر پھیلایا۔ اس زمانے میں بدیوانی ایک بڑا مشہور مورخ گذرا ہے۔ اس کی تصنیفات کے ہر ایک صفحے سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بس نفرت اور بری نظر سے کئی مسلمان ہندوں کے مذہب کی طرف دیکھتے تھے اور اہل ہنود کے ساتھ کس حقارت سے سلوک کرتے تھے اور یہ نفرت صرف اہل ہنود پر ہی محدود نہیں۔ بلکہ جس کسی کا طرز پرستش ان سے مختلف تھا۔ یا جو کوئی ان کے مسائل کے سوا اور مسلوں پر چلتا تھا۔ اس سے بھی اسی طرح حقارت سے پیش آتے تھے۔ اکبر بھی اسی قوم میں پیدا ہوا۔ لیکن اس میں یہ عادت نہ تھی۔ کہ کسی بات کو فرض کر

لیتا۔ بلکہ ہر ایک امر پر بحث اور تحقیقات کرتا تھا۔ اسے ہندو سرداروں کی
وفاداری۔ فرمانبرداری۔ نمک حلالی۔ اور شرافت دیکھنے کے موقعے
ملے تھے۔ ان سرداروں سے مسلمان اراکین سلطنت بہت نفرت
کرتے تھے۔ صرف اس لئے کہ وہ ہندو تھے۔ مگر اکبر کو معلوم تھا۔ کہ اسکی
رعایا میں سب سے زیادہ ہندو اور ان کے ہم خیال آدمی تھے۔ علاوہ
ازیں اس بات نے اس کے دل پر بہت اثر کیا۔ کہ باوجودیکہ ہندو
جانتے تھے۔ کہ اگر ہم بادشاہ کا مذہب اختیار کرلیں گے۔ تو ہمیں دنیا میں
بہت فائدہ ہوگا۔ تاہم انہوں نے اپنا مذہب نہ چھوڑا اس نے ابتدا ہی
سے اس نے دل میں ٹھان لی تھی۔ کہ ہرگز اس بات کو بغیر کسی ثبوت
کے نہ مانونگا۔ کہ مذہب اسلام تمام مذہبوں سے اچھا ہے۔ (کیونکہ وہ
حاکم وقت اور بادشاہ عظیم الشان مسلمان کے گھر پیدا ہوا تھا) اس لئے
اور مذہبوں کے مسائل بھی سُنے۔ اور اُسے پکا یقین ہو گیا۔ کہ تعصب اور
ہٹ دھرمی (خواہ کسی مذہب میں ہو) بہت ہی بُری ہے۔ اس کے
خیالات بالکل پلٹ گئے۔ مؤرخ بدایونی۔ (ایک متعصب مسلمان) جو ایسے
شہنشاہ کے ٹھیک رستے سے گمراہ ہو جانے پر بڑا افسوس ظاہر
کرتا ہے۔ یوں بیان ہے۔ بچپن سے جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے
تک شہنشاہ اعظم نے تمام مذہبوں کے مسائل پر عمل کیا۔ اور کتنے ہی
رنگ بدلے۔ اور آخر میں ایک ایسا مذہب جس کی بنیاد معمولی مسائل
پر تھی۔ اس کے شیشہ دل پر نمودار ہوا۔ اور جو جو باتیں کہ اس نے سنیں
ان سے اس کے دل پر یہ یقین کا نقش فی الحجر ہو گیا۔ کہ تمام مذہبوں میں
عقلمند آدمی ہیں۔ اور تمام قوموں میں معجزے دکھانے والے۔ اور پارسا
لوگ پائے جاتے ہیں۔ اگر ہر جگہ یہی بات ہو۔ تو پھر یہ کیوں کہا جائے۔ کہ
مذہب اسلام ہی سچا ہے؟ ان الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

بدایونی بڑا متعصب تھا۔ اور بدایونی پرہی موقوف نہیں۔ تمام مسلمان ان دنوں ہندوؤں کو بڑا ذلیل و خوار کہتے تھے۔ بدایونی آگے بیان کرتا ہے۔ کہ اکبر نے برہمنوں اور سنیاسیوں سے ان کے مسائل سنے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس نے یہ مسئلہ مان لیا۔ کہ موت کے بعد دوسری جون میں جانا پڑتا ہے۔"

اکبر کی یہ بھی منشا تھی۔ کہ راجاؤں اور شہنشاہ کا آپس میں تعلق ہو چنانچہ اس نے راجپوتوں سے رشتہ داریاں کیں۔ راجہ مالدیو کی لڑکی اور راجہ اودے سنگھ والی جودھپور کی بہن رانی جودھا بائی سے شادی کی غرض اس غرض سے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں رابطہ اتحاد بڑھے۔ راجہ اودے سنگھ نے بڑی بڑی اعلیٰ درجے کی پولیٹکل پالیسیوں سے اپنی بہن کی شادی اس وقت کے شہنشاہ اکبر کے ساتھ (جو اپنی عقل کی وجہ سے۔ ہندو۔ مسلمان۔ تمام رعایا کے نزدیک ہر دلعزیز تھا) کر دی راجہ کو اس کے صلے میں چار صوبے ملے۔ جن کی سالانہ آمدنی تئیس لاکھ تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کے امتلاط کی یہ پہلی ہی مثال ہے جو ہندوستان میں ظہور میں آئی۔ اکبر کا وعدہ تھا کہ شاہی لڑکیوں کی راجپوتوں سے شادی ہوا کریگی۔ مگر یہ وعدہ اس نے پورا نہیں کیا۔ راجپوتوں کی لڑکیاں لوٹ لیں۔ مگر اپنی لڑکیاں نہ دیں۔ یہ بھی اس نے ایک چال کھیلی۔ اپنے لڑکے سلیم کی شادی بھی ایک راجپوت کی لڑکی سے کی۔ (بعض جگہ لکھا ہے کہ رانی جودھا بائی جہانگیر کی بیوی تھی۔ مگر نہیں یہ بالکل غلط ہے صاف ثابت ہو گیا ہے۔ کہ رانی جودھا بائی جہانگیر کی ماں تھی۔ ایسی ذرا ذرا سی غلطیوں سے تواریخ میں بہت کچھ فرق پڑ جاتا ہے۔ اور پھر ملک کی ہسٹری بالکل ٹھیک نہیں رہتی۔ غلطی دکھائی۔ تو ذرا سی دیتی ہے۔ لیکن سخت عیب کا باعث ہو جاتی ہے)

اکبر کی کوئی ایک رانی نہ تھی۔ بلکہ بہت سی بیگمات تھیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے
کہ جہاں ایک مرد کی دو بیویاں ہوئیں۔ اور گھٹا پٹی۔ جب دو کا یہ حال
ہے۔ تو اگر دس پانچ ہوں۔ تو خدا جانے کیا حال ہو۔ اور یہ صرف غریب
گھر کا ہی حال نہیں۔ امیر گھر میں بھی یہی بات ہے۔ مکان میں کبھی امن
چین نہیں ہو سکتا۔ آرام سے نہیں رہ سکتے۔ مانا کہ اکبر کی سلطنت بہت
بڑی تھی۔ اور بہت دور دور تک اس کی شہرت کا ڈنکا بجتا تھا
مگر یہ اس نے کیا کیا۔ کہ کئی شادیاں کیں۔ انگلستان میں دیکھئے۔ ایک
شادی ہی جائز ہے۔ تمام یورپ میں ایک شہنشاہ کی ایک بیگم ہوئی
ہے۔ اور بھی جائز نہیں۔ بلکہ سخت مذہبی اور قومی گناہ اور بداخلاقی
ہے۔ بونا پارٹ شہنشاہ فرانس نے ایک عذر رکھ کر اور اسوقت
کے پوپ سے جھوٹا فتوی لیکر دو بیگمیں رکھیں۔ مگر انجام کیا ہوا قوم
سے الگ کر دیا گیا۔ اور مرتے دم تک ذلیل اور لوگوں کی نظروں میں
خوار رہا۔ انگلستان میں ہنری ہشتم کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ گو کتنی ہی
شادیاں کیں۔ مگر یا تو پہلی کو قتل کروا دیا۔ یا طلاق دیدیا۔ یہ کبھی نہیں
کیا کہ ایک کی موجودگی میں دوسری سے بھی شادی کر لی۔ مگر اکبر
نے شاید یہ سوچ کر کہ تمام راجاؤں سے بنی رہے۔ بہت سی شادیاں
کیں۔ مگر وہ اپنے وعدے پر قائم نہیں رہا۔ اگرچہ کہتے ہیں۔ کہ بادشاہوں
کے وعدے اور ہمتیں سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ مگر نہیں۔ اس
نے تو وعدہ خلافی کی۔ اب اس کا کوئی کر ہی کیا سکتا تھا۔ شہنشاہ
وقت تھا۔ جو چاہتا سو کرتا۔ کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ خیر۔ نہ معلوم
آیا روپے کے لالچ سے یا پولیٹکل پالیسی سے راجہ اودے سنگھ
نے اپنی بہن کی شادی اس بادشاہ سے کی۔ جس کے پہلے ہی کتنی
بیگمیں تھیں۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ اکبر رانی جودھا بائی کو اور سب بیگموں

کی نسبت بہت چاہتا تھا۔کس لئے ؟ کہ وہ سب سے زیادہ حسین تھی نہیں صرف اس سبب سے نہیں۔ کہ بہت خوبصورت تھی۔ بلکہ اس لئے کہ اس کی لیاقتیں بہت اعلیٰ درجہ کی تھیں۔ اور انھوں نے اس کو اس درجے پہ پہنچایا تھا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ دنیا میں بس حسن ہی ہے۔ جہاں کسی حسین کو دیکھا۔ اور اس پر لٹو ہو گئے۔ کسی پری چہرہ پر نگاہ پڑی اور ہوش حواس جاتے رہے۔ مگر نہیں۔ حسن کے ساتھ اگر نیک عادات و اطوار بھی ہوں۔ تو کیا کہنے۔ جیسے اگر دولتمند ہو۔ اور پھر غرور نہ کرے تو بات ہے سہ

ع گر بدولت برسی مست نگردی مردی

جو پہلے ہی غریب ہے۔ وہ بیچارا کیا غرور کریگا۔ کیا پدّی کیا پدّی کا شوربہ اگر کسی کے پاس دولت ہے اور پھر وہ فقیری اختیار کرے تو کچھ اتنی بہادری کی بات نہیں ہے سہ

خوبتر بر چہرۂ قدرت نمائید خال زہد

خلعت ہمت بقد کامگاری خوشتر ست

عورت خواہ حسین ہو لیکن اگر اس کا چال چلن بہت خراب ہے۔ تو حسن اکیلا کیا کر سکتا ہے۔ نیک اطوار ہمیشہ تک ساتھ رہیں گے۔ مگر حسن دو روزہ ہے۔

ع دولت حسن مری جان ہے نہیں جانی

حسن چند روز رہتا ہے۔ مگر اور صفتیں مرتے دم تک ساتھ رہتی ہیں۔ اور عورتوں کی آبرو۔ عزت۔ رعب داب کا باعث ہوتی ہیں۔ غرضکہ لیاقت کے بغیر عورت خواہ کیسی حسین اور خوبصورت ہو۔ کسی کام کی نہیں ہوتی۔ جوانی میں تو سینکڑوں چاہنے والے صرف حسن کی وجہ سے۔ مگر بڑھاپے میں جب حسن ڈھل گیا۔ تو دھکے کھاتی ہیں۔ اور مصیبتیں سہتی ہیں

مگر چال چلن اچھا ہے - اوصاف عمدہ ہیں - تو سب قدر و منزلت کرتے ہیں
غرض رانی جودھا بائی کے خداداد حسن اور اس کی اعلیٰ درجہ کی لیاقتوں
نے اس کو وہ درجہ دیا - جو اور کسی بیگم کو حاصل نہ تھا ؎

اس رشتے سے صرف رانی جودھ پوری کو فائدہ نہیں ہوا - بلکہ اکبر اور اس
کی اولاد پر اس شادی کا بہت اثر پڑا - یہ فائدہ کیا مصلحت ملکی کے لحاظ سے
کچھ کم تھا - کہ جودھا بائی کے باپ راجہ مالدیو اور اکبر کے درمیان جو سخت
لڑائی تھی - وہ جاتی رہی - اور نہ مصلحت ملکی کے لحاظ سے ہی نہیں - بلکہ اگر یوں
بھی دیکھیں تو بہت فائدہ معلوم ہوتا ہے - ایک شہنشاہ اور ایک
راجہ دونوں آپس میں دوست ہو گئے - اور ایک دوسرے کی مدد کے
لئے تیار تھے - کہاں تو پہلے وہ ان بن اور کہاں یہ دوستی - کہاں وہ
لڑائی تھی - اور کہاں یہ محبت - اس شادی سے پہلے دونوں کی آپس میں
دشمنی تھی - یہاں تک کہ اگر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں - تو
کوئی تعجب نہیں - اور اب اگر کوئی غنیم بادشاہ پر حملہ کرتا - تو راجہ اس کی مدد
کے لئے فوراً اپنی فوج بھیجتا اور مال وغیرہ سے کسی طرح دریغ نہ کرتا - یا اگر
مالدیو پر کوئی مصیبت آجاتی تو اکبر خواہ کچھ ہوتا - ضرور ایسے اُلٹے وقت
میں اس کے کام آتا - اب دونوں کی آپس میں بہت دوستی تھی - اور ہوتی
کیوں نہیں - رشتہ داری بھی کیسی بہت ہی نزدیکی اب تو یہ حال تھا - کہ
جہاں ایک کا پسینہ گرتا تھا - وہاں دوسرا خون بہانے کو تیار تھا - یہی پالسی
تھی - جس سے اکبر ہندوؤں اور اور قوموں کے نزدیک ہر دلعزیز تھا - اور
کوئی بھی اس سے ناراض نہ تھا - یہ تو بیشک درست ہے کہ مسلمان اسے
اچھا نہیں کہتے تھے - کیونکہ اس نے بہت سی نئی نئی باتیں اختیار کی تھیں
آفتاب پرستی مسلمانوں کے نزدیک بہت بری چیز ہے - مگر اس نے جو مذہب
دین الٰہی نکالا - اس میں یہ جائز تھی - مسلمان داڑھی کا منڈوانا سخت عیب

سمجھتے ہیں۔ مگر اکبر خود اپنی داڑھی منڈوایا کرتا تھا۔ اور جو اس کے پیرو تھے وہ بھی یہی کرتے تھے۔

ہر بادشاہ کے عہد میں ضرور خوشامدی اور چاپلوس ہوتے ہیں اور بادشاہ تو رہا دور۔ امیروں اور دولتمندوں کی لوگ جا جا کر خوشامد کرتے ہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں سو کرتے ہیں۔ ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ اگر بادشاہ نے کہا کہ دن ہے۔ تو دن ہے۔ رات ہے تو رات غرض بغیر اپنی عقل کو کام میں لائے جو شہنشاہ کہہ دیتا تھا۔ وہی دات اکبر نے دین الٰہی جو نکالا تھا اس کے پیرو بہت سے تھے۔ کیونکہ صرف اس لئے کہ بادشاہ اس کا پیشوا تھا۔ جنہوں نے وہ مذہب اختیار کیا کہ انہوں نے اس مدعا سے نہیں کیا کہ وہ انہیں اچھا لگا تھا۔ بلکہ اس غرض سے کہ بادشاہ ان پر نظر عنایت رکھے اور نئے نئے عہدے عطا کرے۔ اب تو ہوا ہی کچھ ایسی پھری ہے۔ کہ جس مسلمان پر نظر پڑیگی۔ اس کا داڑھی صفا چٹ۔ میری۔ بعضے پرانی قطع کے مسلمانوں سے اس بارے میں گفتگو ہوئی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا عین فرض ہے کہ ڈاڑھی رکھیں۔ پھر جو میں نے ان سے کہا کہ آجکل کے جو مسلمان ہیں ان میں سے شاذ و نادر ہی کوئی داڑھی رکھتا ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ نئی تانتی کے ہیں۔ جو چاہیں سو کریں۔ مذہب سے کچھ واقفیت نہیں رکھتے۔ کوئی پوچھنے والا انہیں کہ کیا کرتے ہو۔ اکبر کی اور باتیں آگے بیان کی جائیں گی۔ جن کو پڑھ کر امید ہے ناظرین بہت لطف اٹھائیں گے۔

اس شادی سے جو آپس میں دشمنی تھی۔ وہ جاتی رہی۔ اگر لڑائی ہوتی تو کئی جانیں تلف ہوتیں کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو جاتیں۔ اور کتنے ہی بچے یتیم۔ گھر گھر رونا پیٹنا۔ گھر گھر ماتم ہر جگہ غم و الم ہوتا۔ کوئی رونکونی

اپنا دکھڑا بیان کرتا- غرض بہت ہی برا حال ہوتا اس رشتے سے
یہ سب کچھ بچ گیا- جس کسی کو اپنے ملک کی ذرا بھی محبت ہے
وہ یہی کہے گا کہ بڑی اچھی بات ہوئی- کہ لڑائی نہ ہوئی ورنہ بہت
سے مارے جاتے- اور روپیہ خراب ہوتا- ملک برباد ہو جاتا
کھیتی باڑی الگ ستیاناس ہو جاتی آخر مطلب کیا نکلتا اب امن
چین ہو گیا سب آرام سے رہنے لگے- کسی کو کچھ خدشہ نہ تھا- کسی کا
ڈر نہ خوف- غرض اس شادی سے بہت فائدہ ہوا- اور مالدیو اور
اکبر کے درمیان جو لڑائی تھی- وہ جاتی رہی- اس شادی سے دوسرا
فائدہ جو ہوا وہ یہ تھا کہ جودھپور کے راج کی بہت ترقی ہوئی- اور
وس کی قدر و منزلت زیادہ ہو گئی- مالدیو ریاست مارواڑ- جو
زمانہ حال میں بڑی معزز ریاست ہے) کا راجہ تھا- جودھا بائی کے
عوض انکو اتنا بڑا ملک ملا- جس کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ تھی- غرض
ملک مارواڑ اب دگنا ہو گیا- یوں تو اور راجاؤں نے بھی اپنی لڑکیوں
کی اکبر سے شادی کر دی- مگر سب سے پہلے راجہ مالدیو ہی کا حوصلہ
پڑا- کہ اپنی لڑکی کا ایک مسلمان سے بیاہ کر دے- غرض رانی جودھا بائی
کی خداداد لیاقتوں سے جو فائدہ اکبر اور اس کی آنے والی پشتوں کو
ہوا- وہ بہت ہی بڑھ چڑھ کر ہوا- ہندوستان نے اکبر کے عہد
میں جو بہت سا فائدہ اٹھایا- وہ اسی نیک رانی کی بدولت تھا- اکبر
جودھا بائی سے بہت محبت کیا کرتا تھا- اور اس کو ہر طرح چاہتا تھا
وہ تو پٹ رانی بنی ہوئی تھی- اور بادشاہ اور کسی بیگم کو اس کے
سامنے پوچھتا نہ تھا- اس رانی نے اکبر کو وہ باتیں سکھائیں- جو ہندوستان
کے لئے بہت ہی کار آمد ہوئیں- جو وہ کہتی اکبر کبھی چون و چرا نہ کرتا تھا- جو کچھ وہ
سکھاتی اس کے مطابق عمل کرتا- جودھا بائی کو بھی اکبر سے خاص الفت تھی

کیا مجال کہ جو رانی جودھا بائی ایک دفعہ کہدے کہ وہ نہ ہو۔ اس کے منہ سے نکلنے کی دیر تھی۔ اور عمل میں لانے کی نہیں غرض اکبر کے چال چلن پر اس شادی نے بہت بڑا اثر ڈالا۔ اور اس کی عادات بہت سدھر گئیں۔ غرض اکبر پر ہی نہیں۔ بلکہ اس کی اولاد پر بھی۔ ایک تو یہ کہ رانی جودھا بائی اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی تھی۔ اور ان کی تعلیم میں ہر قسم کی کوشش کرتی تھی۔ اور دوسرے یہ کہ وہ خود بہت نیک چلن تھی۔ اسکو دیکھ کر اس کے لڑکے بھی ویسے ہی لائق نکلے ان کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔

زنانہ بازار

اکبر کے اخلاق اس شادی سے پیشتر اچھے نہ تھے اس لئے ایک زنانہ بازار ایجاد کیا تھا۔ جو اس کے محل ہی میں لگا کرتا تھا۔ پروفیسر آزاد لکھتے ہیں۔ ملک ترکستان میں دستور ہے۔ کہ ہفتہ میں دو دفعہ یا ایک دفعہ شہروں اور دیہات میں بازار لگتے ہیں۔ عورتیں برقعہ سروں پر نقابیں منہ پر۔ ابریشم سوت۔ ٹوپیاں۔ رومال۔ پھلکاری۔ اپنی دستکاری۔ یا ضرورت کی ماری جو کچھ ہو بیچنے کو لاتی ہیں۔ مرد ہر قسم کے پیشہ ور اپنی اپنی جنس سے بازار کو گرم کرتے ہیں۔ اکثر لین دین مبادلے میں ہوتے ہیں بادشاہ نیک آئین نے اسے اصلاح و تہذیب کے ساتھ رونق دی۔ آئین اکبری میں لکھا ہے۔ کہ ہر مہینے معمولی بازار کے تیسرے دن قلعہ میں زنانہ بازار لگتا تھا۔ غالباً یہ امر آئین میں داخل ہو گا۔ عمل اس پر کبھی کبھی ہوتا ہو گا جب جشن کے آداب و آئین شان و شکوہ میں اپنے خزانے خالی کر لیتے اور آرائش و زیبائش کی بھی ساری دستکاری خرچ ہو چکتی۔ تو ان ایوانوں میں جو درحقیقت ایجاد اور عقل و شعور کے بازار تھے۔ زنانہ

ہو جاتا وہاں محل کی بیگمات آتی تھیں - کہ ذرا ان کی آنکھیں کھلیں - اور
سلیقے کی آنکھوں میں سگھڑاپے کا سرمہ لگائیں - امرا و شرفا کی بیبیوں کو بھی
اجازت تھی - جو چاہے آئے تماشا دیکھے دکانوں پر تمام عورتیں بیٹھ جاتی
تھیں - سوداگری اور سودا زیادہ تر زنانہ رکھا جاتا تھا - عورتیں ہی پہروں
پر ہوتی تھیں - مالیوں کی جگہ مالنیں چمن آرائی کرتی تھیں - اس کا نام
خوشروز تھا - نیک نیت بادشاہ آپ بھی آتا تھا - اور اپنی رعیت
کی بہو بیٹیوں کو دیکھ کر ایسا خوش ہوتا ہوگا - کہ ماں باپ بھی اتنا ہی
خوش ہوتے ہونگے - جہاں مناسب جگہ دیکھتے تھے - بیٹھ جاتے تھے
بادشاہ بیگم - شہزادیاں پاس بیٹھتی تھیں - امرا کی بیبیاں آکر سلام کرتیں
نذریں دیتیں بچوں کو سامنے حاضر کرتیں ۱۱

ترکستان میں وہ عورتیں جو ضرورت کی ماری ہوتی تھیں - بازار
میں آکر سودا بیچا کرتی تھیں - جس کسی مصیبت زدہ عورت کے پاس
کھانے کو نہ ہوا - وہ اپنی دستکاری لیکر بازار میں آ بیٹھی اور ابریشم - سوت
وغیرہ بیچ کر اپنا پیٹ بھرا - اس بازار میں مرد بھی آتے تھے - سودا بیچتے
تھے - کسی قسم کا پردہ نہ تھا کوئی روک ٹوک نہ تھی - جس کا جی چاہے آئے
دیکھے مال پسند کرے اور خریدے ہر کسی کو اجازت تھی کہ آکر سیر کرے
سب طرح کی چیزیں اس بازار میں موجود ہوتی تھیں - غرض یہ بازار اس
لئے بنوایا گیا تھا - کہ جو عورتیں بہت غریب اور مفلس ہوں اور پیٹ نہ
بھر سکتی ہوں - وہ یہاں پھلکاری یا اور کچھ دستکاری لاکر بیچ جائیں اور
اس طرح روزی کمائیں - مگر اکبر کے زمانے میں بازار کا مدعا کیا تھا - کیا اس کی
یہ غرض تھی - جو اصل میں ترکستان کے زمانے بازار کی تھی - نہیں ہرگز نہیں
اگرچہ مولانا آزاد نے لکھا ہے کہ اس بازار سے یہ غرض تھی - کہ محل کی
بیگمات آکر سیر کریں اور ان کی آنکھیں کھلیں - مگر اس کا اصلی منشا

کچھ اور ہی تھا۔ یہاں امراو شرفا کی بیبیوں کو بھی اجازت تھی۔ پس جو کوئی آتی ہوگی اس پر اکبر بد نظر سے دیکھتا ہوگا۔ جب یہ زنانہ بازار تھا یہاں تک کہ مالنیں۔ بجائے مالیوں کے کام کرتی تھیں۔ تو کسی مرد کا اس میں جا کر سیر کرنا چہ معنی دارد۔ یوں تو بادشاہ اتنا پردہ کرتا تھا۔ مگر خود کیوں آیا کرتا تھا نہ معلوم اس میں کیا پالسی تھی۔ اگر اُسکی یہ منشا تھی۔ کہ معلوم کروں۔ کہ لوگوں کا میری بابت کیا خیال ہے۔ تو کیا اس کو عورتوں ہی سے پوچھنا تھا۔ ان کے شوہروں اور رشتہ داروں سے نہ پوچھ سکتا تھا۔ اگر اس کا یہ مطلب تھا کہ بیگمات وہ بازار دیکھ کر خوش ہوں۔ تو کیا وہ انہیں گاڑی میں بٹھا کر پردہ کرا کر بازار میں لے جا کے نہ دکھا سکتا تھا۔ اچھا یہ بھی تسلیم کیا ایک دفعہ بازار بھی لگا کر دکھلا دیا۔ ہر مہینے زنانہ بازار محل میں لگانے سے کیا فائدہ مد نظر تھا۔ غرض کسی پہلو سے دیکھیں۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکبر کا چال چلن پہلے اچھا نہ تھا۔ کیونکہ اگر اس کے اخلاق پسندیدہ اور عمدہ ہوتے۔ تو وہ کبھی ایسی بات روا نہ رکھتا۔ اور اگر اس کے دل میں کبھی خیال آتا کہ بیگمات کو بازار کی سیر کراؤں۔ تو وہ اس میں خود نہ جاتا اور اگر خود جاتا تو امیروں اور راؤ گھروں کی بہو بیٹیاں کو آنے کی اجازت نہ دیتا۔ علاوہ انہیں اس نے جہاں یہ زنانہ بازار لگا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک۔ بھول بھلیاں بنوائی تھی۔ اس سے بہت بُری غرض تھی۔ بس جہاں کسی حسین لڑکی یا عورت کو دیکھا اسے کسی ترکیب سے اسطرف لے گیا۔ افسوس کہ اتنا بڑا شہنشاہ ہو کر یہ کرے۔ اس کو چاہئے تھا کہ اور عورتوں کو اپنی بہو بیٹیوں کی طرح دیکھتا۔ مگر نہیں۔ وہ نیک نیت نہ تھا۔ بلکہ بد نیت تھا۔ ایک روز والئی میواڑ کی حسین اور لائق لڑکی پر نظر پڑی۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ جہاں کسی نے کسی حسین کو دیکھا اور وہیں وہ اس کے حسن کی تعریف کرنے لگ گیا۔ اور بعض اوقات تو یہاں تک

ہوا ہے کہ دل قابو میں نہیں رہتا۔ اکبر نے جوا سے دیکھا۔ تو بس ہوش وحواس جاتے رہے۔ اب اسے کچھ خبر نہ تھی صرف یہی دُھن تھی۔ کہ کسی طرح وہ لڑکی مل جائے۔ چنانچہ اُسے بھول بھلیاں میں پہنچوا دیا۔ ہمارے ناظرین سمجھ تو گئے ہونگے۔ کہ بھول بھلیاں کیا چیز ہوتی ہے۔ بعض جگہ تو ایسی ہوتی ہے۔ کہ انسان نکل تو آتا ہے۔ مگر اس دروازے سے نہیں۔ جس سے اندر ہوگیا ہو خیر یہ تو سیدھی بات ہے۔ کیونکہ ایک گول چکر بنا دیا۔ اور بہت سے دروازے رکھہ دیئے۔ ہر ایک ایک ہی طرح کا جانے والا ایک دوسرے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور کبھی اس دروازے سے جس سے اندر گیا تھا۔ نکل نہیں ہو سکتا بعض اشخاص اعتراض کرینگے۔ کہ ہم وہاں نشان لگائیں۔ تو پھر تو ضرور نکل آئیں۔ یہ تو ان کا کہنا بیشک بجا ہے۔ مگر اس میں بہادری کی کونسی بات ہوئی۔ کسی غنیم نے آکر ملک پر حملہ کیا۔ اور ہم نے کہدیا۔ کہ بھاگ جائیں گے تب تو بچ نکلیں گے۔ واہ کیا مردانہ کام کیا! ایسی بھول بھلیاں دہلی میں ہمایوں کے مقبرے میں ہے۔ اکبر کی جو بھول بھلیاں تھی۔ وہ اس قسم کی تھی۔ کہ جب آدمی اندر چلا گیا۔ تو مشکل سے باہر نکل سکتا تھا۔ گو ٹکریں مارکے گھنٹے دو گھنٹے میں نکل آتا تھا۔ مگر کچھہ دیر تو ہکا بکا رہتا تھا۔ غرض اس لڑکی کو بھول بھلیاں میں پہنچوا دیا۔ اور خود بدنیتی سے اس کے روبرو گیا۔ اس کی عصمت پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ خواہش تھی۔ کہ کسی طرح اس کی پاکدامنی توڑ دوں۔ مگر لڑکی بڑی بہادر تھی۔ جونہی اکبر اس کے سامنے پہنچا۔ اس نے اسے گرا کر کٹار نکال لی لوگ کہیں گے کہ اس کے پاس کٹار کہاں سے آئی مگر راجپوت کی لڑکی تھی۔ اگر کٹار پاس ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ کٹار اکبر کی چھاتی پر رکھدی۔ اور کہا کہ اگر آئندہ کو اس حرکت سے توبہ کرے تو جانے دیتی ہوں ورنہ نہیں خون پی لونگی۔ اکبر نے جان بچانے کے لیئے توبہ کی۔ لڑکی نے بڑی شجاعت کا کام کیا۔ اور اکبر نے جو ہندوستان کا

مالک تھا۔ اور بہت سا ملک جس کے قبضے میں تھا جس نے بہت سی
فوجیں رکھی ہوئی تھیں۔ اور بڑا بہادر گنا جاتا تھا۔ اس بہادر راجپوت لڑکی
کے سامنے توبہ کی۔ مگر صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو ایک بیگم پر صبر نہ تھا
کئی ایک بیگمات تھیں۔ مگر رفیق کوئی بھی نہ تھی۔ سب پتھر کی پتھر۔ حسین تو
بیشک ہونگی۔ مگر صرف حسن کو لے کر کیا کرے۔ جب لیاقت و قابلیت
نہ ہو۔ لیکن جب اکبر نے جودھا بائی سے شادی کی۔ تو اس کی مراد پوری ہوئی
کیونکہ یہ بڑی دور اندیش اور عقلمند عورت تھی۔ اور حسین بھی سب سے
بڑھ کر تھی۔ جودھا بائی کے بعد اکبر نے اور کوئی شادی نہیں کی

اس مینا بازار میں بھلا کہاں ممکن تھا۔ کہ آدمی جائے۔ اور بچ آئے۔ وہاں تو
بڑی بڑی خوبصورت عورتیں جایا کرتی تھیں ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں
ہی۔ اور ایک سے ایک بڑھ کر۔ پھر کیا ممکن تھا کہ انسان بچ رہے آگ
ہوگی تو گھی پگھلے ہی گا۔ اکبر جب ان بازاروں میں جایا کرتا ہوگا تو امید
نہیں کہ نیک نیت رہتا ہو۔ اگر عام آدمی جائے تو اس کی طبیعت نہ مانے
اور وہ تو بادشاہ تھا۔ جو چاہتا سو کرتا کوئی کیا کہہ سکتا تھا۔ بالکل خودمختار
اور مطلق العنان تھا۔ ہر چیز اس کے قبضے میں تھی۔ تو پھر اس کا دل کیسے
ڈانواں ڈول نہ ہوتا۔ اس کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ شہزادہ سلیم
کی نورجہاں بیگم سے اسی جگہ ملاقات ہوئی تھی۔ اور بس دیکھتے ہی اس کا
دل جاتا رہا۔ آزاد نے بہت کوشش کی ہے۔ کہ کسی طرح اکبر پر کوئی دھبا نہ
آئے۔ اس کو نیک نیت لکھا ہے۔ اور بہت سی باتیں درج کی ہیں۔ مگر جو
بات سچ ہے۔ کہیں چھپائے چھپتی ہے۔ گو لاکھ ترکیبیں کی جائیں لیکن بیفائدہ
ہیں۔ ہر شخص کو جو کچھ وہاں ہوا کرتا تھا۔ صاف طور پر معلوم ہو گیا ہوگا
دربار اکبری میں لکھا ہے کہ دنیا کے معاملات سخت نازک ہیں۔ کوئی بات
ایسی نہیں جس کے فوائد کے ساتھ نقصان کا کھٹکا نہ لگا ہو۔ شاہزادہ سلیم

کا دل زین خاں کوکہ کی بیٹی پر آیا اور اس کی ایک ادا اس کو بہت ہی پسند آئی۔ اس نے تو اس کے دل کو بس چھین ہی لیا۔ سلیم کے ہاتھ میں دو کبوتر تھے۔ اور وہ پھول توڑنا چاہتا تھا۔ توڑتا کیسے ہاتھ تو رکے ہوئے تھے کہیں یہ لڑکی پاس کھڑی تھی۔ کبوتر اسے پکڑا دئے۔ اور آپ پھول توڑنے چلا گیا واپس آکر دیکھا تو لڑکی کے ہاتھ میں ایک کبوتر پایا۔ پوچھا دوسرا کبوتر کیا ہوا؟ عرض کی اُڑ گیا۔ پوچھا۔ ہیں! کیونکر اڑ گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر دوسری مٹھی بھی کھول دی۔ کہ حضور یوں اُڑ گیا۔ شاہزادے کا دل اس انداز پر لوٹ گیا۔ جہانگیر۔ اور نور جہاں کے عشق کی یہی ابتدا تھی۔ غرض زنانہ بازار میں ایسی ایسی کارروائیاں ہوتی تھیں۔

اکبر کے خیالات

رانی جودھا بائی جیسی صلح کل عورت کا پیدا ہونا بڑا ہی مشکل ہے۔ اس کی صلح کل طبیعت کا اثر محض اپنے خاوند شہنشاہ اکبر پر ہی نہیں ہوا بلکہ اس کے بڑے عالیجاہ دربار کے ارکین پر بھی ہوا۔ جن کی نیک صلاحوں اور عمدہ مشوروں سے ہندو اور مسلمان راج کے نزدیک ایک ہی رتبہ اور درجہ رکھتے تھے۔ یہ تو پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔ کہ مسلمان بڑے متعصب تھے اور ہندوؤں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اب ہمیں اکبر کے خیالات کی طرف غور کرنا چاہئے۔ کہ کن باتوں سے اس نے نئے مسائل اختیار کئے اور تعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیا۔ ابوالفضل اکبر کے دربار کا بڑا بھاری رکن تھا۔ ابوالفضل کی ملاقات سے پیشتر اکبر کو جو صلاح دیتے تھے۔ وہ ازحد متعصب ہوتے تھے۔ اور اور مذہب والوں سے نفرت کرتے تھے۔ اس نے اپنے

پہلے صلاح گیروں سے تو کچھ امید نہ رکھی۔ کہ امور سلطنت یا طرز حکومت میں مدد دینگے۔ ان کے جھگڑوں سے اکبر تنگ آگیا تھا۔ ان کی منشا یہ تھی کہ جو کوئی ان کے مذہب سے اختلاف رکھتا ہو اس کو عذاب پہنچائیں اور تکلیفیں دیں اہل ہنود یا اور مذہب والوں ہی پر یہ بات محدود نہ تھی۔ بلکہ اگر کوئی مسلمان بھی ان سے ذرا مختلف ہوتا تو وہ یہی چاہتے تھے کہ اسے شکنجے میں کھینچیں اور کئی قسم کی عقوبتیں پہنچائیں۔ پروفیسر بلوکمین لکھتے ہیں کہ فتح پور سیکری میں شام کے وقت بادشاہ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس کے دل پر پہلے ہی ہندو رعایا اور سرداروں کے بہادرانہ کام اور ان کی لیاقت کا بہت اثر ہو چکا تھا۔ وہیں اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ تمام آدمیوں کو ایک نظر سے دیکھونگا اور کسی کی طرفداری نہ کرونگا۔ لیکن اس زمانے کے علماء فضلاء کے خیالات اکبر سے بالکل مختلف تھے۔ چاہتے تھے کہ کسی طرح غیر مذہب والوں پر ظلم و تعدی کا ہاتھ دراز کرے۔ اور کسی کافر پر رحم نہ کرے۔ اس لئے اکبر ان سے بحث کیا کرتا تھا۔ کیونکہ اس کا ہمیشہ یہ خیال ہوتا تھا۔ کہ ممکن ہے۔ میں غلطی پر ہوں۔ اس کو رفع کرنے کے لئے وہ تحقیقات اور مباحثے کیا کرتا تھا۔ فتح پور سیکری میں ایک عمارت تھی۔ جس کا نام عبادتخانہ رکھا تھا۔ یہ خاص مباحثوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ یہاں ہر جمعرات کو رات کے وقت بحث ہوتی تھی۔ پہلے تو ابوالفضل نے ان مباحثوں میں بہت قدم نہ رکھا۔ مسلمان سرداروں کے تعصب اور ہٹ دھرمی نے اس کے دل کو بالکل منحرف کر دیا۔ ان کی رائے تھی کہ ہندوؤں اور مذہب اسلام کے نہ ماننے والوں کو بیشک عذاب پہنچانا چاہئے۔ تاکہ وہ ان کا مذہب اختیار کریں۔ مگر اکبر کا دل بچپن ہی سے اس بات کے مخالف تھا۔ علاوہ ازیں اس نے دیکھا۔ کہ مذہب اسلام میں بجائے اس کے کہ اتفاق اور ایک بات ہو۔ کتنے ہی فرقے ہیں ہر ایک کے الگ الگ خیالات۔ اور کو ئی

بھی آپس میں نہیں ملتا اور جب اس نے دیکھا کہ اہل اسلام کے مختلف فرقوں کے آدمی ایک دوسرے سے بڑی بری طرح سلوک کرتے ہیں۔ اور اچھی طرح پیش نہیں آتے۔ تو اس کی طبیعت اور بھی پریشان ہوئی۔ یہاں تک کہ اسے ایک دفعہ یہ کہنا پڑا کہ اگر کوئی آئندہ کسی کی گستاخی کریگا اور شرافت سے نہ بولیگا۔ تو وہ کمرے سے نکال دیا جائیگا ایک روز جمعرات کو رات کے وقت ابوالفضل نے فساد کے روکنے کے لئے یہ مضمون بحث کے لئے تجویز کیا۔ کہ بادشاہ صرف ملکی اور مالی مہموں ہی کا سردار نہیں ہونا چاہئے بلکہ مذہبی امور کا پیشوا بھی وہی ہو۔ پہلے جو مباحثے ہوتے تھے ان میں مسلمان عالم و فاضل سب جمع ہوتے تھے۔ اور ہر ایک اپنی اپنی رائے ظاہر کرتا تھا کبھی وقعہ قرآن کی آیتوں کے معنی کوئی کسی طرح سمجھتا تھا۔ اور کوئی کسی طرح غرض کبھی وہ شخص متفق الرائے نہ ہوتے تھے۔ اور یہ تو خیر۔ محمد صاحب کے چال چلن پر بھی بحث کیا کرتے تھے۔ اس لئے ابوالفضل کا یہ تجویز پیش کرنا بڑا ہی دلیرانہ کام تھا۔ اس کے برخلاف کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ کچھ کہتا کیونکہ اس تجویز کا تعلق شہنشاہ سے تھا۔ غرض انہوں نے مان لیا کہ اکبر بیشک انصاف سے حکومت کرے اور بالکل طرفدار نہ ہو علاوہ ازیں اس کو مجتہد بھی بنا دیا۔ یعنی اکبر دنیاوی کاموں میں تو بادشاہ تھا ہی۔ مذہبی امور کا بھی سردار بن گیا۔

رانی جودھابائی کی صلح کل اور غیر متعصب طبیعت کا بھی اکبر کے دل پر بہت اثر ہوا۔ مباحثوں وغیرہ سے تو اس کے دل کو تسکین ہو ہی گئی تھی مگر اس نیک ملکہ کی لیاقتیں اکبر کو بہت پسند آئیں۔ اور اس نے بڑی خوشی سے انہیں اختیار کیا۔ اور صرف اکبر ہی پر منحصر نہیں۔ بلکہ دربار کے بڑے بڑے وزرا اور ارکین سلطنت پر بہت اثر ہوا رانی جودھابائی بڑی فیاض اور سخی تھی۔ کسی سے عداوت نہ رکھتی تھی۔ سب سے محبت۔ تمام آدمیوں کو ایک نظر سے دیکھنا۔ غرض بہت ہی اچھی اچھی عادات اس میں پائی جاتی تھیں

اکبر کے عہد میں ہندو اور مسلمان جو راج کے نزدیک ایک ہی درجہ اور مرتبہ رکھتے تھے اس کا کیا باعث - بس یہ سب رانی جودھا بائی کے سبب سے تھا - نہ یہ رانی آتی اور نہ ہندوستان کو یہ فائدہ ہوتا - اب جو ہر ایک کی زبان پر اکبر کی تعریف ہے - جس کو دیکھو شہنشاہ اکبر کی تحسین کرتا ہے یہ سب رانی جودھا بائی کا نتیجہ ہے اس عالیشان دربار میں ہندو - مسلمان دونو وزیر اعظم - سفیر اور کمانڈر وغیرہ ہوتے تھے - ملکوں کے گورنر - صوبوں کے حاکم - سیکرٹری وغیرہ ہندو بھی تھے - مسلمان بھی تھے - یہ نہیں کہ مسلمان ہی ہر جگہ تھے بلکہ ہندو بھی تھے حسن جو چاہے سو کرے اگر رانی جودھا بائی چاہتی کہ تمام عہدے ہندوں ہی کو ملیں - تو اکبر کی کیا مجال تھی کہ مسلمانوں کو ایک عہدہ بھی دے جاتا - مگر نہیں وہ بالکل متعصب نہ تھی - تمام مذہبوں کو ایک نظر سے دیکھتی تھی - اس لئے ہندو اور مسلمان دونو برابر گنے جاتے تھے - اگر رانی جودھا بائی متعصب ہوتی تو یا تو وہ اکبر کی رانی نہ رہتی - یا مسلمان ذلیل و خوار حالت میں ہوتے - کوئی شبہ نہیں کہ اس لائق اور نیک ملکہ کی عقل اور قابلیت خصوصاً اس کی صلح کل اور بے تعصب طبیعت سے ملک کو بڑا فائدہ پہنچا اور اس رشتے سے اکبر کا راج بہت مستحکم ہو گیا -

چند دنوں کے بعد رانی جودھا بائی اور شہنشاہ اکبر معین الدین کے مقبرے کی زیارت کو پیدل گئے چھ میل روز چلا کرتے تھے یہ مقبرہ شہر اجمیر میں واقع ہے - اس سفر سے اولاد کی خواہش غرض تھی - جب وہ دونو وہاں پہنچے - تو رات کے وقت وہ بزرگ مقبرے والا اکبر کو خواب میں دکھلائی دیا - اور اس نے کہا کہ فتح پور سیکری میں ایک خدا رسیدہ فقیر رہتا ہے - اس کی دعا قبول ہوتی ہے - اس کا نام شیخ سلیم ہے - تو اس کے پاس جا کر التجا کر - پس شہنشاہ اور رانی اس فقیر کے پاس پہنچے - رانی اسوقت حاملہ تھی اس نے کہا کہ جودھا بائی کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہو گا - جو طبعی عمر کو پہنچے گا - اور بوڑھا ہو کر مریگا رانی نے اس خدا رسیدہ فقیر کے پاس ایک جھونپڑی میں سکونت اختیار کی آخر کار لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس بزرگ کے نام پر مرزا سلیم رکھا - جو آخر کو جہانگیر کہلایا - مگر

جہانگیر اپنی تصنیف توزک جہانگیری میں یوں کہتا ہے - کہ مجھے یاد نہیں کہ میرے والد نے کبھی مجھے اس نام سے پکارا ہو بلکہ شیخو بابا کہتے تھے - اور ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتے تھے +

ایک جگہ لکھا ہے کہ گہری نگاہ والا انسان بشرطیکہ وہ خود گھن چکر نہ ہو - ہر کا بکا ہو جائیگا - کہ ایسا بڑا عاقل اور سمجھدار شہنشاہ جو ہمیشہ دل سے ہر دین و ملت کے عالموں فاضلوں فلاسفروں کے گھمگیر میں رہ کر سچے خدا کی ذات اور صفات کی چھان بین میں رہتا ہو - ایساز وہ اعتقاد تھا کہ قبروں وغیرہ سے اولاد مانگنے گیا - بیشک ہر ایک آدمی کو یہ خیال آئیگا کہ وہ تو تمام مذہبوں کے عالموں اور لائق شخصوں سے بہت بحث کیا کرتا تھا - اور اس کا دلی مدعا یہ تھا - کہ سچ کو اختیار کروں اور جھوٹ کو بالکل چھوڑ دوں - اسی غرض سے عبادتخانہ تعمیر کیا گیا تھا - وہاں رات کو کئی کئی گھنٹے مختلف دین اور ملت کے لوگ اپنی اپنی تقریریں کرتے تھے اور بادشاہ کو سناتے تھے - کس لئے ؟ کیونکہ اکبر کی منشا یہ تھی - کہ ہر مذہب کے مسائل غور سے سنوں - اور جو جو عمدہ بات ہو وہ اختیار کروں اس کا یہ قاعدہ نہ تھا کہ بس جو ماں باپ کا مذہب ہوا وہی اختیار کر لیا - بغیر سوچے سمجھے کہ آیا اس میں کوئی بُرائی اور بدی کی بات تو نہیں ہے بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں - کہ جو والدین کا مذہب ہوا وہی بغیر چھان بین کئے اختیار کر لیا خواہ اس میں کتنی ہی بُری باتیں ہوں اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو وہ بُری باتیں دلیلیں پیش کر کر سمجھا بھی دی جائیں تو وہ ان باتوں کو ہرگز نہ چھوڑینگے بعضے تو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں جناب کیا آپ ان سے لائق ہیں - جنہوں نے ہمارے مذہب کی بنیاد ڈالی تھی - مگر نہیں یہ خیال ان کا بالکل غلط ہے - انسان سے اکثر غلطی ہو جاتی ہے - ممکن ہے کہ ان سے غلطی ہو گئی ہو - یا یہ کہ وہ بات اس زمانے میں کسی خاص مصلحت سے رکھدی ہو لیکن اب کتنی ہی مدت گزر گئی - اگر اس بات کو اس زمانے میں مانتے تو بہت کچھ فائدہ اُٹھاتے مگر آجکل اسی مسئلہ پر اگر عمل کیا جائے

تو ممکن ہے - کہ عقلمندی کا کام نہ ہو -

اب ہم پھر اکبر کی طرف آتے ہیں - اس نے فلاسفر - علما - فضلا وغیرہ سے بہت صلاح مشورہ کیئے - مگر اس کے دل میں کیا آئی - کہ جا کر قبروں سے اولاد کی خواہش کرے اس نے خواہ کچھ سوچا ہو - اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں - مگر یہ بات کہ خواجہ معین الدین کا خواب میں نظر آنا اور اکبر کو یہ بتانا کہ فتح پور سیکری کے اوپر شیخ سلیم رہتا ہے بڑا ہی تعجب انگیز امر ہے خواہ کتنی ہی حیرانی ہو - مگر اس بات کے درست ہونے میں تو کچھ شک نہیں - کیونکہ بڑے بڑے انگریز مؤرخوں نے یہ بات لکھی ہے - اکبر میں ذرا بھی تعصب نہ تھا - بلکہ اس کی طبیعت بہت ہی صلح کل تھی کسی مذہب کو حقارت سے نہیں دیکھتا تھا - سب کے مسائل سنتا تھا اور عمدہ عمدہ باتیں اختیار کر لیتا تھا - کیا ہندو - کیا عیسائی تمام مذہبوں کی کتابیں سنا کرتا تھا اور جو مسائل اُسے اچھے لگتے تھے ان پر عمل کرتا تھا - اور بُری باتوں کی طرف توجہ نہ کرتا تھا - اورنگ زیب بھی تو بادشاہ ہوا مگر وہ بڑا ہی متعصب تھا اور ہندوؤں کا جانی دشمن تھا - صرف ہندوؤں کا ہی نہیں بلکہ جو کوئی مسلمان نہ تھا اس کے خون کا پیاسا تھا - کتنے ہی آدمی جو اس کے مذہب سے اختلاف رکھتے تھے قتل کروا ڈالے - کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں سینکڑوں بچے یتیم ہو گئے کیا ان کی بددعا کا کچھ اثر نہ ہوا ہو گا - انہوں نے جو فریاد کی ہو گی - وہ خدا نے نہ سُنی ہو گی ؎

بترس از تیر باران ضعیفان در کمیں شب
کہ ہرگز ضعف نالاں نر قوی تر زخم پیکانش

ان کی آہ و زاری کا بیشک کچھ نہ کچھ نتیجہ ہوا ہو گا - کیا یہ اثر کچھ کم ہوا کہ اس کی سلطنت کو اسی وقت سے زوال آنا شروع ہو گیا اور رفتہ رفتہ سب خاک میں مل گئی - یہ تو بیشک ٹھیک ہے کہ فوراً ہی خاندان مغلیہ کا خاتمہ نہیں ہو گیا - مگر زوال اورنگ زیب کے عہد ہی سے آنے لگا بھلا ممکن ہے کہ ایسے ظالم و جابر بادشاہ کی سلطنت

کامل یقین ہے کہ غرور کے سیاہ بادل اور تکبر کا دھواں تمہارے گرد پھیلا ہوا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ بغیر دلائل کی مشعل کے ہم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہی راستہ مفید ہے جو ہم سوچ سمجھ کر اختیار کریں۔ سنت کرانے مقررہ الفاظ کے دوہرانے یا بادشاہ کے ڈر سے زمین پر سر مارنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا کے نزدیک اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ زمین پر سجدہ کرنے سے فرمانبرداری ظاہر نہیں ہوتی۔ سچ بولو اور جو کام کرو۔ سچے دل سے کرو۔[لے] ہاں اس مباحثے کی نسبت ہم خواہ کچھ خیال کریں۔ اور بھٹی کے روشن کرنے کی جو تجویز تھی خواہ اوس کے کچھ معنی لیں۔ مگر یہ بات تو اس سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ کہ عبادت خانے میں ہر مذہب کے آدمی کو بولنے کی اجازت تھی۔ اور نیز اس سے اکبر کے خیالات کچھ کچھ معلوم ہوتے ہیں۔[لے]

بدایونی جیسے مؤرخوں نے اکبر کی آزاد رائے پر بہت ہی کچھ نفرت ظاہر کی ہے۔ انسان کے لئے آزاد رائے ہونا بہت ضروری ہے اور خصوصاً شہنشاہوں کے لئے تو یہ ایک درِ نایاب ہے اورنگ زیب بڑا سخت متعصب تھا۔ اور کسی مذہب کو اچھا نہ سمجھتا تھا۔ سب کو نظر حقارت سے دیکھتا تھا۔ آخر کیا ہوا اس کے زمانے سے سلطنت مغلیہ کو زوال آنا شروع ہوا۔ اگر اکبر کی پالسی پر عمل کرتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ زوال نہ آتا اور سلطنت قائم رہتی۔ مگر نہیں۔ اس نے ہندؤں کو ڈرا ڈرا کر تلوار کے ذریعے مسلمان بنایا۔ جزیہ جو اکبر نے موقوف کر دیا تھا۔ پھر لگا دیا۔ غرض جو جو بیرحمیاں وہ کر سکتا تھا۔ کیں۔ غیر مذہب والے لوگوں پر جو جو سختیاں اور ظلم کر سکتا تھا۔ ان میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا مختصر یہ ہے کہ بالکل آزاد رائے نہ تھا۔ بلکہ مرض تعصب سے بیمار تھا جو مرتے دم تک اس کے ساتھ رہا۔ اس میں کچھ کلام نہیں۔ کہ اکبر قرآن کو بھول

[لے] دیکھو کرنل میلسن کی اکبر کی سوانح عمری صفحہ ۱۶۱

چوک سے مبرّا اور غلطیوں سے مبرّا سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ قرو کچھ نہ
کچھ غلطی ہے۔ اس نے کئی باتیں بدل دیں۔ اور کتنی ہی نئی رسمیں نکالیں جو
باتیں کہ اہلِ اسلام میں ناجائز تھیں وہ اس نے جائز کر دیں۔ بہت نماز پڑھنا
روزے رکھنا خیرات دینا حج کرنا اکبر ان سب باتوں کے برخلاف تھا۔ اور
چاہتا تھا کہ کسی طرح لوگ ان عادات کو چھوڑ دیں لیکن اس نے کسی کو ان کے
ترک کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ جس طرح لوگوں کی مرضی تھی وہ کرتے۔ لیکن اسے
بخوبی معلوم تھا کہ جو بہت نماز وغیرہ پڑھتے ہیں وہ صرف دکھلاوے کے
لئے اصل مدعا کچھ نہ تھا۔ فقط یہ غرض تھی کہ لوگ سمجھیں کہ بڑے پارسا ہیں۔
لڑکے کی سنت تو ہوتی ہی تھی مسلمانوں کو اس بات سے کوئی منع نہیں کر
سکتا تھا۔ لیکن ہاں اتنا ضرور تھا کہ اکبر نے حکم دیدیا تھا۔ کہ جب تک لڑکا بارہ برس کا
نہ ہو جائے۔ سنت نہ ہو۔ ہندؤں کی خاطر اس نے بہت کوشش کی کہ جہاں
تک ہو سکے۔ کوئی گائے نہ ماری جائے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہ کہا کرتا
تھا۔ کہ سور کو مارنا اور اس کا گوشت کھانا بالکل حلال ہے۔ مسلمان کتے کو
بہت پلید سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ آجکل کے بھی جو پکے مسلمان ہیں وہ اس سے
بڑی نفرت کرتے ہیں۔ اگر کوئی کتا ان کے فرش پر چلا جائے تو فرش ناپاک ہو گیا
ایسے ایسے خیالات پکے مسلمانوں کے ہیں اور اس زمانے میں بھی اس جانور کو
پلید سمجھا کرتے تھے مگر اکبر اسے پاک اور صاف خیال کرتا تھا۔ مسلمانوں کے
لئے شراب کی سخت ممانعت ہے۔ لیکن اکبر نے بشرط اعتدال اسے جائز کر
رکھا تھا۔ ۱۵۹۲ء[1] میں داڑھی منڈوانی شروع کی درباری متعصب مسلمان
اس بات سے بہت خفا ہوئے۔ ہندوستان جیسے گرم ملک میں استرے
کے جو فوائد ہیں ان کے بحث کرنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔
لیکن داڑھی منڈانا کوئی مجبوری امر نہ تھا۔ جس کی مرضی ہو۔ منڈوائے جس
کی مرضی ہو نہ منڈوائے ایک متقی اور پکے مسلمان کے لئے داڑھی کا منڈوانا

[1] دیکھو اکبر کی سوانح عمری مصنفہ ہینس صفحہ ۱۷۶

گناہ کے برابر ہے - اس زمانے میں بھی یہی خیال تھا - اور اب بھی یہی خیال ہے اس لئے بادشاہ عظیم الشان نے جب داڑھی منڈوائی - تو لوگوں نے بڑی مخالفت کی مگر کیا کر سکتے تھے دل ہی دل میں کڑھا کرتے تھے - اکبر سورج کے سامنے دعائیں مانگا کرتا تھا - ایڈیٹر پنجاب ریویو لکھتا ہے -

ہندو لوگ ان معترضوں کے نزدیک جنکو لفظی اور ظاہری بحث کی غرض ہے اور جنکو معنوی اور باطنی امور میں مس تک نہیں - ملزم کیوں نہ ہوں - مگر جو غور پسند اور منصف شخص آفتاب پرستی کی فلاسفی سے ماہر ہوگا - کبھی ان کو جو ہر قوم کی بلحاظ مذہب آماجگاہ بنے ہوئے ہیں - ملزم نہ گردانیگا - اکبر بھی اس جرم سے مجرم نہیں ٹھہر سکتا - کیونکہ ہندوؤں کے اصل الاصول میں جو وید ہیں اس اکا کہیں پتا تک نہیں - مفسروں کا قصور ہے جنہوں نے غلط اور بے سروپا تفسیریں کیں - ایک عیسائی کی رائے ہے کہ آفتاب ہی کی اعلیٰ تجلے کا دھیان کرنا جس سے پرستار کی عقل اور اس کی فہیم روشنی پاتا ہے - الخ -

اس شہادت سے ظاہر ہے - کہ آفتاب پرستی کے یہ معنی نہیں - جو معترض سمجھے بیٹھے ہیں - پھر ہم ایک اور شہادت بھی پیش کرتے ہیں جو کئی ایک سببوں سے بہتر ہے یعنی جناب راجہ رام موہن رائے کی رائے ہے جو اسی بارے میں دیتے ہیں یہ وہ شخص ہیں جو برہمو دھرم کے بانی مبانی ہیں یہ یکتائے روزگار محقق شخص بے شک ہندوؤں میں پیدا ہوئے مگر پکے موحد تھے - وہ وید کے انگریزی ترجمہ کے صفحہ ۱۵۲ پر وید کے اس فقرے کا جس سے عام لوگوں نے سورج پرستی اخذ کی ہے - لفظی ترجمہ یوں کرتے ہیں ہم اس شان اور شوکت والے آفتاب کی روح اعلیٰ کا دھیان کرتے ہیں جو ہماری عقل و فہم کی ہدائت کرتا ہے - الخ

معترض اگر انصاف پر آئیں ، تو نہ ہندوؤں کو اس الزام سے ملزم گردان سکتے ہیں - اور نہ اکبر کو ہلکہ صاف طور پر اس کی فلاسفی سمجھ سکتے ہیں - اس میں کچھ شک نہیں - کہ دنیا میں جس قدر تحریریں معلوم ہوئی ہیں - ان میں سب سے زیادہ

پرمیشور کا مظہر سورج ہی ہے - چنانچہ اس کی صفات علم جیالوجی سے بخوبی معلوم کر کے تسکین ہو سکتی ہے۔ غرض دین الٰہی میں پرستش آفتاب کرنی پڑتی تھی - اکبر نے جوالا مکھی دیوی پر جس کا استھان ضلع کانگڑہ میں واقع ہے سونے کا چھتر چڑھایا - اور پنجاب میں یہ رنگ ننگے پیریں دیو اکبر آیا سونے کا چھتر چڑھایا۔ اس واقعہ کی نسبت یاد دلاتا ہے - اب اکبر کے حالات کو یہیں چھوڑتے ہیں - اور پھر جودھا بائی کی طرف آتے ہیں -

جہانگیر کی تعلیم

رانی جودھا بائی بڑی عقلمند اور لائق عورت تھی - بالکل تعصب سے پاک تھی اور دور اندیشی اور دانش اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - اس نے اپنے لخت جگر جہانگیر کی تعلیم کے لئے ابوالفیض فیضی فیاضی کو اتالیق مقرر کیا فیضی نے اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل کی وہ یکتائے روزگار اور شہرۂ آفاق تھا ہر جگہ اس کی لیاقت مشہور تھی - اکبر کے دربار میں اس کی بڑی قدر تھی - جو کام بادشاہ کرتا تھا - اسی کی صلاح سے کرتا تھا - اگر کہدیں کہ وہ انسان صورت فرشتہ سیرت تھا تو کوئی مبالغہ نہیں ہے - اس اتالیق سے جہانگیر کو بہت فائدہ ہوا، شہزادہ ہمیشہ جودھا بائی کی زیر نگرانی رہتا تھا - فیضی کا چھوٹا بھائی ابوالفضل دربار اکبری کا ایک رکن تھا اکبر کے خیالات جو پلٹے وہ ان ہی دونو بھائیوں کی بدولت تھے اس سبب سے مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ ان کا بھی کچھہ ذکر کیا جائے -

ابوالفیض فیضی فیاضی

ان کے باپ کا نام شیخ مبارک تھا - جس کے بزرگ راجپوتانے میں رہا کرتے تھے شیخ مبارک نے اپنے بزرگوں کے مذہب کا ایسی اچھی طرح مطالعہ کیا تھا - کہ اسکی

ایک ایک باریکی سے واقف تھا۔ لیکن اس کو بحث اور تحقیقات کا شوق تھا اور عقل خدا کے فضل سے ایسی تھی۔ کہ ہر ایک بات سمجھ لیتا تھا۔ جوں جوں وہ علم حاصل کرتا گیا۔ توں توں اس کے خیالات بھی ترقی کرتے گئے۔ اس کے لڑکے جوہر ایک مجلس اور سوسائٹی میں نام پیدا کر سکتے تھے اس کا باعث کچھ تو شیخ مبارک کی تعلیم اور کچھ ان کا اپنا ذہن تھا۔ شیخ فیضی آگرے کے نزدیک پیدا ہوا تھا۔ وہ اکبر سے پانچ سال چھوٹا تھا۔ اکبر نے جب ممالک مغربی و شمالی فتح کرلئے تو تھوڑی مدت بعد شیخ فیضی نے جس کی عمر بیس سال کی تھی۔ ایسی زندگی شروع کی۔ جس میں علم اور حکمت کا کام تھا اس نے جلدی شعر و سخن میں نام پیدا کر لیا۔ ایک تو اس کی فیاضانہ طبیعت اور دوسرے طبابت میں وہ کتنا ہی روپیہ کما ڈالتا تھا۔ اس لئے وہ بہت خیرات کرتا تھا۔ اور غربا کو مفت دوا دیتا تھا۔ مذہب میں وہ باپ کی مانند شیعہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب اس نے صدر کو ذرا سی زمین کے لئے عرضی دی تو اس افسر نے (جو سنی تھا) صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ کمرے سے بے عزتی سے اور جھڑکیں دیکر نکال دیا اسی اثنا میں اکبر نے اس کی لیاقت کی بہت شہرت سنی اور جس وقت وہ چتوڑ کا محاصرہ کر رہا تھا تو اسے اس جگہ بلایا۔ سنی مسلمانوں میں فیضی کے بہت سے دشمن تھے انہوں نے حاکم آگرہ کو کہدیا کہ فیضی کو بھاگنے نہ دینا مگر خود فیضی کو بھاگنے کا خیال ہی نہ تھا تاہم اسے اکبر کے پاس قیدیوں کی طرح لے گئے لیکن شہنشاہ نے اس کا بڑی عزت سے استقبال کیا اور اس کی عمدہ باتوں سے اس کا دل ایسا خوش ہوا کہ اسے اپنے دربار میں جگہ دی اور اپنے لڑکے کے لئے استاد مقرر کیا وہ کبھی کبھی ایلچی کا کام بھی کر دیا کرتا تھا۔ جب کبھی فیضی کو فرصت ملتی تھی تو شعر و سخن میں وقت گزارا کرتا تھا۔ جب وہ ۳۰ برس کا ہوا تو اسے ملک الشعرا کا درجہ مل گیا۔ سات سال کے بعد وہ راہی ملک عدم ہوا۔ اکبر اس کی صحبت سے بہت خوش رہتا تھا۔ اور اس کی گفتگو اس کے دل پر جادو کا اثر کرتی تھی۔ کہتے

ہیں کہ اس نے ایک سو ایک کتابیں تصنیف کی تھیں۔ اس کے کتب خانے میں چار
ہزار تین سو عمدہ عمدہ قلمی کتابیں تھیں۔
ایسے اتالیق شخص جس نے جہانگیر کو پڑھایا اور رانی نے خود تربیت کی باوجود اس تعلیم
و تربیت کے جہانگیر سے دو ایسی حرکتیں ہوئیں جن سے اس کی سلطنت میں دھبا
لگ گیا۔ اور تمام مؤرخوں نے نکتہ چینیاں کی ہیں۔ اور لوگوں نے بہت اعتراضات
پیش کئے ہیں پہلی حرکت جو جہانگیر سے ظہور میں آئی وہ اکبر ہی کے عہد میں ہوئی اور
وہ اپنے اتالیق کے حقیقی بھائی اور اپنے والد کے دستور معظم اور وزیر اعظم ابوالفضل کا
قتل ہے۔

شیخ ابوالفضل

اکبر ابوالفضل (مصنف آئین اکبری) پر شیخ فیضی کی نسبت زیادہ مہربان تھا ابوالفضل
۱۵۵۱ء میں آگرے کے نزدیک پیدا ہوا اس نے اپنے والد شیخ مبارک سے تعلیم
حاصل کی۔ اور بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ علاوہ ازیں اس نے یہ بات بغور دیکھی اور
اپنے دل میں یہ دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا کہ میرے باپ کو مذہب نے الگ کر دیا
ہے۔ صرف اس لئے کہ اس کے بڑے آزاد خیالات ہیں اس بات نے ابوالفضل
کے دل پر یہ اثر کیا کہ بچپن ہی سے وہ تمام مذہبوں کو اچھا سمجھنے لگ گیا بڑا ذہین تھا
اور کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ہر دم مطالع میں لگا رہتا تھا۔ ایک گھڑی
فرصت نہ ہوتی تھی۔ ۱۵ برس کی عمر تک اس نے تمام منطق اور فلسفہ کی کتابیں
پڑھ ڈالیں۔ اور ابھی بیس برس کا نہ تھا کہ پڑھانا شروع کر دیا اور استاد بن بیٹھا
پروفیسر بلوکمین لکھتے ہیں۔ کہ ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا
ہے۔ کہ اس کی معلومات کس قدر وسیع تھیں اور مطالعہ کتنا زیادہ تھا۔ ایک اصفہانی
کتاب کا قلمی مسودہ اسے مل گیا۔ لیکن آدھی آدھی سطریں تھیں۔ کیونکہ آدھی کتاب
جل گئی تھی۔ اور جو باقی رہ گئی تھی۔ وہ نامکمل تھی اور بالکل پڑھی نہ جاتی تھی ابوالفضل

نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ایسی کتاب کو پورا کرونگا چنانچہ جو حصہ جلا ہوا تھا وہ پھاڑ ڈالا اور
نئے کاغذ لگا کر ہر ایک سطر کے باقی نصف حصے کو لکھنا شروع کیا آخر کار بڑی مشکلوں
سے اور بڑی بڑی کتابوں کے مطالع سے وہ اس میں کامیاب ہوا کچھ مدت بعد
اسی کتاب کی ایک اور نقل پوری کی پوری مل گئی اگرچہ کئی الفاظ مختلف تھے اور کہیں جگہ
مختلف باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن بہت سا حصہ بالکل ملتا تھا۔ اور ذرا بھی فرق
نہ تھا۔ ابوالفضل کے دوست یہ دیکھ کر بہت ہی متعجب ہوئے کہ اس نے کس طرح
ایک اور مصنف کا طرز اختیار کیا اور کس طرح بالکل اسی کے سے خیالات اس کے دل میں آئے
ابوالفضل کو قدرتاً پڑھنے کا شوق تھا اکبر نے اسے دربار میں بلایا مگر پہلے تو کچھ مدت
اس نے جواب دیا لیکن جب اس نے دیکھا کہ میرے بڑے بھائی فیضی اور بادشاہ
میں بہت ہی دوستی ہے تو آپ بھی اکبر کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ اکبر اس کی
ملاقات کا بہت خواہاں تھا اور اب اس کی مراد پوری ہوئی ۱۵۷۴ء کے شروع
میں اکبر نے ابوالفضل کی بڑی خاطر کی اس کی عمر اس وقت کوئی تئیس برس کی
ہوگی۔ لیکن اسی تھوڑے سے عرصے میں اس نے تمام کتابیں جو اس ملک میں
مل سکتی تھیں ختم کرڈالی تھیں وہ خود کہتا ہے۔ "میرا دل مجھے چین نہ لینے دیتا
تھا۔ اور میں اپنے ملک کے علماء کی تصنیفات سے سیر ہو گیا تھا۔ میری خواہش تھی
کہ منگولیا کے عقلمند آدمیوں۔ لبنوں کے فقیر رسیدہ لوگوں کے پاس جاؤں
تبت کے لاماؤں یا پرتگال کے پادریوں سے ملوں اور پارسیوں کے پجاریوں
کی صحبت اختیار کروں" غرض اس نے اب بادشاہ کے دربار میں قدم رکھا
جہانگیر ابوالفضل کا دشمن تھا۔ اور اس نے اپنی تزک جہانگیری میں شیخ کو
صاف اپنا دشمن لکھا ہے دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ اکبر نے نور جہاں کی شادی ایک
عالیجاہ شیر افگن خاں سے کردی تھی۔ مگر جہانگیر کی اب بھی یہی منشا تھی کہ نور جہاں
سے شادی کرے اس سے بغیر اسے ایک گھڑی چین نہ تھا کروٹیں ہی بدلا کرتا تھا
اور ترکیبیں سوچا کرتا تھا کہ کس طرح نور جہاں کو قبضے میں لائے نیند نہ آتی تھی سخت

بیقرار نہاں — شب فرقت میری پہلو ہی بدلتے گزری
ایک کروٹ دل بیتاب نے سونے نہ دیا

اکبر نے ابوالفضل سے مشورہ لیا اس نے کہا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا یہ امر عام اخلاق اور شرافت سے بعید ہے کہ ایک کی بیوی دوسرے کو بیاہ دی جائے۔ اگرچہ اکبر شہنشاہ تھا۔ مگر یہ خلاف قاعدہ بات تھی کہ شیر افگن سے نورجہان لیکر جہانگیر کے ساتھ شادی کردیتا۔ اس بات پر جہانگیر کو بہت غصہ آیا اور ابوالفضل کی طرف سے سخت کاوش ہوگئی اکبر سے بھی جہانگیر کی ان بن تھی۔ اب جہانگیر نے ابوالفضل کے قتل کی ترکیبیں سوچنی شروع کیں۔ یہ نہ خیال کیا کہ میرے باپ کے دربار کا وزیر ہے۔ اور میرے والد کا دوست اور محرم راز ہے۔ علاوہ اس کے اتالیق کا بھی سگا بھائی تھا۔ غرض کسی بات نے اسے اپنے ارادہ سے نہ روکا اور آخر کار ابوالفضل علامہ روزگار کو قتل کیا۔ یہ بڑا ہی دردناک واقعہ ہے اور پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کہ ایسا لائق فائق شخص جس کی دربار میں بڑی عزت ہوتی تھی۔ اور جس کی امرا اس قدر قدر کرتے تھے۔ یوں ایک شہزادے کے حکم سے قتل ہو۔ ابوالفضل کے قتل ہونے کا حال ہم دربار اکبری میں سے لیکر قلمبند کرتے ہیں (صفحہ ۸۶۳) غرض شیخ نے کاروبار کی درستی کر کے کئی دن بعد دانیال سے اجازت لی دو تین سو آدمی ساتھ لیکر روانہ ہوا اور حکم دیا کہ اسباب پیچھے آئے۔ سلیم کو سب خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اور جانتا تھا۔ کہ شیخ کے دل میں میری طرف سے کیا ہے ڈرا کہ اب باپ اور بھی ناراض ہوگا اس لئے جس طرح ہو شیخ کو روکنا چاہیئے راجہ صوبہ اجین میں رہتا تھا اسے لکھا کہ نرد اور گوالیار کے آس پاس گھات میں لگا رہے اور جہاں موقعہ پائے اس کا سر کاٹ کر بھیجدے اس پر بہت سے انعام واکرام اور پنجہزاری منصب کا وعدہ کیا۔ راجہ نے خوشی سے منظور کر لیا۔ ہزار سوار ہزار پیادے لیکر تین چار کوس پر آن لگا۔ اور جاسوسی کے لئے قراول ادہر ادہر پھیلا دئے۔ کہ خبر دیتے رہیں شیخ کو اس گھات کی بالکل خبر نہ تھی۔ جب کالے

باغ میں پہنچا - تو نروار کا رخ کیا تو راجہ کو خبر لگی وہ ۵۰۰ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ یکایک آکر ٹوٹ
پڑا اور چاروں طرف سے آکر گھیر لیا شیخ اور اس کا رفیق بڑی بہادری سے لڑے
مگر دشمنوں کی تعداد بہت تھی اس لئے سب کٹ کٹ کر کھیت رہے - شیخ کی لاش
دیکھی تو بارہ زخم آئے تھے اور ایک درخت کے نیچے پڑا تھا وہاں سے اٹھا کر سر کاٹا
اور شہزادے کے پاس بھیج دیا - وہ بہت خوش ہوا -

آزاد شیخ کو اس معاملے میں تمام آل تیمور کے مؤرخ الزام دیتے ہیں کہ وہ خود پسند اور
خودرائے آدمی تھا - اپنی عقل کے سامنے کسی کو سمجھتا ہی نہ تھا - یہاں بھی خودرائی کی
اور اس کا نتیجہ پایا - لیکن درحقیقت یہ مقدمہ غور طلب ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ
اسے اپنے جوہر کمالات اور عقل و دانش سے آگاہی تھی اور اکبر کے دربار میں جو
جانفشاں محنتیں اور جاں نثار خدمتیں کی تھیں ان پر بھروسہ تھا ساتھ ہی یہ بھی خیال
ہوگا کہ مجھ جیسے شخص کے لئے شہزادے نے یہ حکم نہ دیا ہوگا - کہ جان سے مار ڈالے
بلکہ یہ بھی خیال ہوگا کہ اگر اس شرابی کبابی لڑکے نے کہہ بھی دیا ہوگا - وہ مجھے جان سے
مارنے کا قصد نہیں کریگا بہت ہوگا تو باندھ کر اس کے سامنے حاضر کر دیگا امراء بغاوت
کرتے ہیں - فوجوں کی فوجیں کاٹ کر ڈال دیتے ہیں - ملک لوٹ کر تباہ کر دیتے ہیں
پھر بھی تیموری درباروں میں ان کی خطائیں اس طرح معاف ہو جاتی ہیں کہ ملک و منصب
بحال رہ کر پہلے سے سوا عالی رتبے پاتے ہیں اور یہاں تو کچھ بات بھی نہیں اتنا ہی ہے
کہ شاہزادے کو میری طرف سے باپ کے سامنے چغلیاں کھانے کا خیال ہے بس
اتنی بات کے لئے میدان سے بھاگنا اور بھگوڑا کہلانا کیا ضرور ہے نامردی اور بزدلی
کا داغ کیوں اٹھاؤں اور یہیں ٹوٹ جاؤں انجام یہی ہوگا - کہ پکڑ کر شاہزادے
کے سامنے لیجائیں گے یہ سکندر و افلاطون غصے کے بھوت بن جائیں تو پری
بنا کر شیشے میں اتار لوں - وہ تو مورکھ شاہزادہ ہے وہ منتر ایسے پھونکونگا - کہ اُٹھکر
ساتھ ہو جائے اور ہاتھ باندھ کر باپ کے پاؤں میں جا رہے مگر وہی بات کہ تقدیر
الٰہی وہ کچھ سمجھا تھا - اور معاملہ کچھ نکلا - اور تم بھی ذرا غور کر کے دیکھو کہ وہ بندیلہ

میں وہاڑ مار بیٹھا رہی تھا جو اس طرح پیش آیا۔ کوئی راجہ ہوتا اور راج نیت کی ریت کا برتنے والا ہوتا تو اس وحشیانہ طور سے شیخ کا کام تمام نہ کرتا نہ بات نہ چیت نہ لڑائی کا آگا نہ پیچھا۔ کچھ معلوم ہی نہ ہوا سینکڑوں بھیڑ سے تھے کہ چند بکریوں پر آن پڑے اور دم کے دم میں چیر پھاڑ بھاگ گئے۔

اب ادہر کی سنو کہ جب مرنے کی خبر دربار میں پہنچی۔ تو سناٹے کا عالم ہو گیا۔ سب حیران رہ گئے۔ سوچتے تھے کہ بادشاہ سے کہیں کیا؟ کیونکہ اکبر جانتا تھا کہ وہی میرا ایک ذاتی خیر اندیش ہے اور ان میں کوئی امیر دل سے اس کا خیر خواہ نہیں۔ خدا جانے کیا کیا خیال گزرے اور کیسا ہی بجلی گر پڑے آل تیمور میں دستور قدیم تھا کہ جب کوئی شاہزادہ مرتا تھا تو اس کی خبر بادشاہ کے سامنے صاف بیڈہڑک نہیں کر دیتے تھے اس کا وکیل سیاہ رومال سے ہاتھ باندھ کر سامنے آتا تھا۔ اور خاموش کھڑا رہتا تھا۔ یعنی یہی ہوتے تھے۔ کہ اس کے آقا نے انتقال کیا۔ اکبر اسے اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اس لئے وکیل سر جھکائے رومال سے ہاتھ باندھے آہستہ آہستہ ڈرتا ہوا تخت کے گوشہ کی طرف آیا۔ اکبر دیکھ کر متحیر ہو گیا اور کہا خیر باشد کیا ہوا جب اس نے بیان کیا۔ تو اس قدر غمناک اور بیقرار ہوا کہ کسی بیٹے کے لئے یہ حال نہ ہوا تھا۔ کئی دن تک دربار نہ کیا اور کسی امیر سے بات نہ کی افسوس کرتا تھا اور روتا تھا۔ بار بار چھاتی پر ہاتھ مارتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ ہائے شیخو جی۔ بادشاہت لینی تھی۔ تو مجھے مارنا تھا۔ شیخ کو کیا مارنا تھا۔ اس کا بے سر لاشہ آیا۔ تو یہ شعر پڑھا ؎

شیخ ما از شوق بیحد چوں سوئے ما آمدہ

ز اشتیاق پائے بوسی بے سر و پا آمدہ

۲ھ برس چند مہینے کا سن۔ مرنے کے دن نہ تھے۔ مگر موت نہ دن دیکھتی ہے نہ رات۔ جب آ جائے وہی اس کا وقت۔

ابوالفضل کی قبر اب بھی انتری میں موجود ہے۔ جو گوالیار سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اور مہاراجہ سیندھیا کا علاقہ ہے اس پر ایک نخیف نہ [illegible]

کی عمارت ہے ابو الفضل نے اپنے باپ اور ماں کی ہڈیاں لاہور سے آگرہ پہنچائی تھیں کہ ان کی وصیت پوری ہو مگر اس کی لاوارث لاش کا اٹھانیوالا کوئی نہ ہوا۔ کہ جہاں گرا وہاں ہی خاک کا پیوند ہوا اسکے دل کی روشنی اور نیک نیتی کی برکت ہے۔ کہ آجتک انتری کے لوگ ہر جمعرات کو وہاں ہزاروں چراغ جلاتے اور چڑہاوے چڑہاتے ہیں ؎

جگنو اڑ اڑ کے چلے جاتے ہیں صحرا کیطرف + گور مجنوں پہ کہیں آج چراغاں ہوگا
ہاتھ چھ مینگے مرے گبر و مسلماں دونو + ایک ہیں دست صنم ایک میں قرآں ہوگا

دوسری حرکت جو جہانگیر سے سرزد ہوئی وہ یہ ہے کہ اس نے نورجہان کے لینے کی خاطر شیر افگن خان کو قتل کرا دیا۔ نورجہان کی لائیف بہت جگہ مذکور ہے لہذا ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ یہاں بھی اس کا ذکر کریں اور ناظرین کی سمع خراشی کریں اکبر نے مصلحت ملکی سے نورجہان کی شادی شیر افگن خان کے ساتھ کردی تھی مگر جہانگیر جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیر افگن کو قتل کروانا چاہا اپنے کوکے ارضاعی بھائی؛ قطب الدین سے صلاح لی اس نے ہاں میں ہاں ملا دی۔ یہانتک کہ خود اسکے قتل کرنے کے لئے مستعد ہوگیا۔ مگر جب اس نے ایسا ارادہ کیا تو صورت حال بالکل پلٹ گئی۔ معاملہ دگرگوں ہوگیا۔ شیر افگن نے قطب الدین کو مار ڈالا۔ لیکن قطب الدین کے نوکر چاکر جو ہمراہ تھے انہوں نے شیر افگن کا وہیں کام تمام کر دیا اور پھر نورجہان جہانگیر کے قبضے میں آگئی۔ یہ سب کچھ زمانے بازار کی بدولت ہوا نہ وہاں جہانگیر اس لڑکی کو دیکھتا اور نہ یہ فساد برپا ہوتا۔

اکبر کے حین حیات تو جہانگیر سے بس ابو الفضل کا قتل ہی ظہور میں آیا۔ اور اس سے اکبر کی زندگی تلخ ہوگئی اور وفات کے بعد تو کئی حرکتیں کیں جو ہرگز مناسب نہ تھیں خصوصاً بادشاہ کو۔ باوجود ان سب باتوں کے رانی جودھا بائی کی تربیت نے جہانگیر کے دل پر اثر کیا اور بہت فائدہ مند ہوئی۔

خاتمہ

رانی جودھا بائی نے اپنے شوہر یعنے اکبر کی زندگی میں انتقال کیا اس کی وفات کا ٹھیک سال معلوم نہیں کچھ اختلاف ہے مگر کرنل ٹوڈ نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۶۱۰ء میں یہ واقعہ ہوا شہنشاہ کو جو افسوس اس ملکہ کے مرنے سے ہوا ہوگا وہ بیان سے باہر ہے جو رنج والم اس رفیق اور مصاحب ملکہ کی جدائی سے برداشت کئے ہونگے وہ نہیں لکھے جا سکتے جو اندوہ وغم اس مونس وغمگسار رانی کی مفارقت سے اٹھانے پڑے ہونگے انکے بیان کرنیکا قلم کو یارا نہیں اکبر جیسے ہی کا حوصلہ تھا کہ اس رنج وغم کو اٹھا سکا اسی کا کلیجہ تھا۔ جس نے یہ برداشت کئے اگر وہ فلسفہ دان نہ ہوتا۔ تو ان مصیبتوں کا پہاڑ ہرگز نہ اٹھا سکتا۔ اگر دانشمند اور عقل کا پتلا نہ ہوتا تو کبھی زندہ نہ رہتا۔ اکبر نے دربار میں حکم دیدیا کہ تمام درباری ماتم کریں اور سب سردار خواہ کسی مذہب اور کسی ملت کے ہوں سر منڈائیں اور بعد ازاں منڈوائیں۔ تقریباً تمام درباریوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور کسی نے حیل وحجت نہ کی لیکن راؤ بھوج نے جو ایک عالی مرتبہ عالی قدر راجپوت رئیس اور اکبر کی فوج کا افسر تھا انکار کیا اور حکم نہ مانا اسپر پہلے تو اکبر کو طیش آیا۔ اور سمجھا کہ میری اس میں کسر شان ہے۔ لیکن جب اس کی بڑی بڑی خدمات اور عمدہ عمدہ کارگزاریاں یاد آئیں تو اصرار نہ کیا اور ہٹ سے باز آیا۔ غرض اپنی پالیسی کام میں لاکر رفع فساد کا باعث ہوا۔

اکبر نے جودھا بائی کی یادگار میں ایک مقبرہ بنوایا۔ آگرے کے نزدیک فتح پور سیکری کے توپخانے والے میدان میں سنہ ۱۸۴۰ء تک یہ مقبرہ قائم رہا اور جو لوگ جاتے تھے اسے دیکھ کر آتے تھے لیکن دیواریں اور دروازے تو پہلے مسمار کروا دئیے گئے اور بعد میں بارود بھر کر مقبرہ اڑا دیا گیا۔ کیا فائدہ حاصل ہوا ذرا ملاحظہ کیجئے کہ صرف مشق کرنے کے لئے ایک مقبرہ اڑا دیا۔ دم کے دم میں کچھ

نام ونشان باقی نہ رہا۔ ایک ذرا سے شوق کے لئے ایک بیگم کی یادگار تباہ کردی
کسی انگریز افسر کے حکم سے یہ ناپید کر دیا گیا۔ اسے معلوم نہ تھا۔ کہ اتنے بڑے
بادشاہ کی رانی کا مقبرہ ہے۔ اس کے دل میں آئی ہوگی۔ کہ ذرا سیر تو دیکھو کیا ہوتا
ہے فوراً بارود بھر کر اڑوا دیا۔ اور بہانہ یہ رکھدیا کہ مشق کرنے کے لئے یہ کام کیا تھا
جودھا بائی تو بیچاری مر ہی گئی تھی۔ اس کے مقبرے کے ساتھ جو چاہتے سو کرتے
لیکن مردے کے ساتھ یہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کسی مردے کی یادگار کو چھیڑنا مناسب
نہیں چھیڑنا تو درکنار۔ یہاں تو مقبرہ اڑوا دیا گیا۔ اور مقبرہ بھی کس کا عورت کا۔ اور
عورت بھی کون۔ ایک بیگم۔ اور بیگم بھی کس کی اکبر جیسے شہنشاہ کی۔ اس رانی ہی کے
سبب سے اکبر کے عہد میں اہالئی ہندوستان کو بہت فائدہ ہوا۔ کرنل ٹوڈ ۱۸۲۳ء میں
جودھا بائی کی عالیشان یادگار کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ آگرے کے پاس اکبر کے مقبرے کے
نزدیک سکندرے میں واقع ہے انگریزوں کی یہ عادت تو نہیں کہ غیر قوموں کی یادگاروں
کو یوں منہدم کروا دیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ جودھا بائی کا مقبرہ کیوں بارود بھر کے
اڑوا دیا گیا۔ غرض باشندگان ہند نے شہنشاہ اکبر کے عہد میں جو فائدے حاصل
کئے وہ صرف اسی رانی جودھا بائی کی وجہ سے تھے اگر وہ متعصب ہوتی تو یا سلطنت
کے کاموں میں خرابی پڑتی یا وہ اکبر کی رانی نہ رہتی۔ جودھا بائی کی نیک طبیعت کا اثر
اکبر پر اور اس کے لائق وزیر پر ہوا جس جیسا آجتک ہندوستان کو دیکھنا نصیب
نہیں ہوا ٭

کتبہ نذیر احمد عفیٰ اللہ عنہ

رنج و راحت
یعنی
نل دمینتی
سنسکرت کے طلباء کو خصوصاً اور دیگر شائقینوں کو عموماً مژدہ ہو کہ بلرس سنسکرت
ریڈر کا اردو ترجمہ ناول کے پیرایہ میں ہمارے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا ہے اسکی محنت
خوبیوں کے متعلق اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ سنسکرت کی ایک موثر اور پُردرد داستان کا علم
ہے لیکن اسکے علاوہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اردو کا لباس پہن کر اس نے انوکھا ہی رنگ
نکالا ہے۔ زبان کی شستگی روزمرہ کی بے ساختہ بول چال کا سادہ پن قابل تعریف
ہے۔ پلاٹ اور واقعات کے برمحل استعمال پر ہمیں پورا پورا ناز ہے۔ زباندانی کے لحاظ سے
اس ناول میں مترجم کی سگھڑ طبیعت نے وہ سماں دکھایا ہے کہ اچھے اچھے زباندان
اسکی خوبیوں کے معترف اور کیوں نہ ہونگے یہ ابھی حضرت شفق کے حیرت انگیز قلم کا
ہے کہاں ہیں ناولوں کی دلچسپیوں کے شیدا تڑپتے ہوئے خیالات کے عاشق نکھر دینے
والے پلاٹ کے متلاشی آئیں اور موتیوں میں تولنے کے لائق ناول کو کوڑیوں کے مول خریدیں
قیمت صرف ۰۰۰۰۰ ۸/
علاوہ ازیں ہماری دوکان سے ہر ایک قسم کی کتب بکفایت مل سکتی ہیں۔
نوٹ۔ تاجروں کو ۲۵ فیصدی کمیشن دیا جاویگا
المشتہر
ایشری پرشاد مالک کوٹھی اینڈ برادرس تاجران کتب لاہور